ریوڑیاں بانٹنے کی سیاست

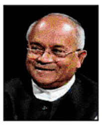

ڈاکٹر وید پرتاپ ویدک

جائزہ

ہندی میں کہاوت ہے کہ 'اندھا بانٹے ریوڑی، اپنے-اپنے کودے'۔ اپنے سیاستدانوں نے اپنے طرز عمل سے اس کہاوت کو یوں بدل دیا ہے کہ 'اندھا بانٹے ریوڑی، صرف خود کو ہی دے'۔ صرف خود کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہی آج کل ہماری حکمراں پارٹیاں سرکاری ریوڑیاں بانٹتی رہتی ہیں۔ آج کل ملک کی تقریباً سبھی سیاسی پارٹیاں تھوک میں ووٹ حاصل کرنے کے لالچ میں رائے دہندگان کو طرح طرح کی چیزیں تحفتاً تقسیم کرتی ہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے بغیر بھی کروڑوں لوگ آرام سے گزر بسر کرسکتے ہیں۔ کئی ریاستی حکومتوں نے اپنی خواتین ووٹروں کو مفت ساڑیاں، سونے کی چین، برتن، مکسر گرائنڈر اور بچوں کو کمپیوٹر، ڈریسز، کھانا وغیرہ تقسیم کیے ہیں۔ کئی ریاستی حکومتوں نے مفت سائیکلیں بھی تحفے میں دی ہیں۔ کیا یہ سب چیزیں زندہ رہنے کے لیے بہت ضروری ہیں؟ نہیں ہیں، پھر بھی انہیں مفت میں اسی لیے تقسیم کیا جاتا ہے کہ حکومتوں اور لیڈروں کی شبیہ بنتی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہ ہوتا ہے کہ ہماری صوبائی حکومتیں گلے گلے تک قرض میں ڈوب جاتی ہیں۔ وہ ڈوب جائیں تو ڈوب جائیں، مفت ریوڑیاں بانٹنے والے لیڈر تو سیراب ہوجاتے ہیں۔ آج کل ہماری صوبائی حکومتیں تقریباً 15 لاکھ کروڑ روپے کے قرض میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ وہ ریوڑیاں بانٹنے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لیے بے چین ہورہی ہیں۔ بعض حکومتوں نے تو اپنے شہریوں کو بجلی اور پانی مفت میں دینے کا اعلان کیا ہوا ہے۔ خواتین کے لیے بس کا سفر مفت کردیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری حکومتیں ملک کے بنیادی ڈھانچے کو مضبوط بنانے میں بہت پیچھے رہ گئی ہیں۔ ملک میں غربت، بے روزگاری، بیماری اور بھکمری کا عروج ہے۔ اسی سے متعلق سپریم کورٹ میں ان دنوں زبردست بحث جاری ہے۔ ایک عرضی میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ ان سیاسی جماعتوں کو

> سپریم کورٹ میں ان دنوں زبردست بحث جاری ہے۔ ایک عرضی میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ ان سیاسی جماعتوں کو غیرقانونی قرار دے دیا جانا چاہیے، جن کی حکومتیں مفت کی ریوڑیاں بانٹتی ہیں۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ کا موقف ہے کہ یہ طے کرنا عدالت کا نہیں بلکہ پارلیمنٹ کا کام ہے۔ سپریم کورٹ نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے، جس میں مرکزی حکومت کے علاوہ کئی اہم اداروں کے نمائندے اپنے مشورے دیں گے۔ الیکشن کمیشن نے اس کا رکن بننے سے انکار کردیا ہے، کیونکہ وہ ایک آئینی ادارہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بہت ہی پیچیدہ معاملہ ہے۔ حکومتیں اگر راحت کی سیاست نہیں کریں گی تو ان کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہ جائے گی۔

غیرقانونی قرار دے دیا جانا چاہیے، جن کی حکومتیں مفت کی ریوڑیاں بانٹتی ہیں۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ کا موقف ہے کہ یہ طے کرنا عدالت کا نہیں بلکہ پارلیمنٹ کا کام ہے۔ سپریم کورٹ نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے، جس میں مرکزی حکومت کے علاوہ کئی اہم اداروں کے نمائندے اپنے مشورے دیں گے۔ الیکشن کمیشن نے اس کا رکن بننے سے انکار کردیا ہے، کیونکہ وہ ایک آئینی ادارہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بہت ہی پیچیدہ معاملہ ہے۔ حکومتیں اگر راحت کی سیاست نہیں کریں گی تو ان کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہ جائے گی۔ اگر سیلاب زدہ علاقوں میں حکومتیں اشیائے خورد ونوش کی تقسیم نہیں کریں گی تو ان کا رہنا اور نہ رہنا ایک برابر ہی ہوجائے گا۔ اسی طرح وبا کے دوران 80 کروڑ لوگوں کو دیے گئے مفت اناج کو کیا کوئی رشوت کہہ سکتا ہے؟ درحقیقت ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک میں تعلیم اور طب کو قابل رسائی بنانے کے لیے عوام کو جو بھی راحت دی جائے، وہ قابل ستائش سمجھی جانی چاہیے لیکن باقی تمام ریوڑیوں کو پروسے جانے سے پہلے انصاف کے ترازو پر تولا جانا چاہیے۔

(مضمون نگار ہندوستان کی خارجہ پالیسی کونسل کے چیئرمین ہیں)

dr.vaidik@gmail.com

رہنمایان اقلیت اور اکثریت کی گردان سے باہر نکلیں

عبدالسلام عاصم

تجزیہ

اگر سماجی ذمہ دار یہ شکایت کرنے لگیں کہ سماج خراب ہوگیا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ خرابی کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کررہے ہیں۔ کسی بھی سماج کی تشکیل چور، اچکے، لٹیرے، سیاسی، سماجی اور مذہبی شعبدہ باز، انتہاپسند، دہشت گرد، ماب لنچر اور اسی طرح کے دوسرے برے اور گندے لوگ نہیں کرتے۔ سماج کی تشکیل وہ لوگ کرتے ہیں جن کا تعلق انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ سے ہوتا ہے اور ان اداروں کو افرادی قوت فراہم کرنے کی ذمہ داری اُن ماہرین پر ہوتی ہے جو دین اور دنیا کے تقاضوں کو علم وہنر کے ذریعہ پورا کرتے ہیں۔ ان میں پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر، صنعتکار، انتظامی اہلکار، پولیس اکیڈمی اور نظم ونسق کے دیگر سہولت کار سبھی شامل ہیں۔

سماج کی تشکیل اگر ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے تو پوچھا جانا چاہیے کہ پھر یہ بُرے اور گندے لوگ کیسے سماج پر چھا جاتے ہیں۔ اس کا جواب گلوبل وارمنگ اور اس سے نجات کی جاری کوششوں کے حوالے سے یوں دیا جاسکتا ہے کہ گندے لوگ دراصل سماج کی تعمیر کی کوششوں کے ذیلی اور ضمنی نتائج کے طور پر سامنے آنے والے سماجی فضلے کی حیثیت رکھتے ہیں جنہیں بروقت ٹھکانہ لگانے کا نظم کرنے میں غفلت اور ناکامی کی قیمت آج عام لوگوں کو چکانا پڑرہی ہے۔

حالات کے موجودہ موڑ پر جہاں رنگ اور نسل، ذات اور مذہب کے نام پر پھیلی خباثت سے ہر قدم پر زندگی کو تحفظ کا گلہ ہے، ایک بگڑے ہوئے سماج کے اِن ذمہ داراوں کو بھی جلد از جلد اپنی لاپروائی اور فضلات کی بروقت ری سائکلنگ میں ناکامی کا عملاً اعتراف کرتے ہوئے اُسی طرح حرکت میں آنا چاہیے جس طرح گلوبل وارمنگ کے ذمہ داران (سائنسداں، صنعت کار اور تکنیکی سہولت کار)، تیل، گیس، کوئلے اور دیگر معدنیات سے ترقی کے رخ پر فائدہ اٹھانے کی سرپٹ دوڑ کے منفی نتائج پر بروقت قابو پانے کا نظم کرنے میں اپنی ناکامیوں کا اعتراف کرتے ہوئے رات دن ازالے کے اقدامات میں لگے ہوئے ہیں۔

بدقسمتی سے اِس رُخ پر یہاں کہیں کوئی بھاگ دوڑ نظر نہیں آرہی ہے۔ حالانکہ ادراک سب کو ہے کہ سب اپنا بویا کاٹ رہے ہیں۔ نہ تو تازہ غلط کار دوسروں کے انجام سے سبق لے رہے ہیں اور نہ نقصان اٹھانے والے نئے گمراہوں کو اعتماد میں لینے کی کوئی حکمت اختیار کررہے ہیں۔ قوموں کے ایسے حالات سے گزرنے کی تاریخ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن سب کو یا تو تاریخ دوہرانے سے دلچسپی ہے یا اُسے اپنی مرضی سے مرتب کرنے کی دُھن سوار ہے۔ سارے علمی تقاضے اور شعور کو فرزانوں نے اطلاعاتی ٹیکنالوجی سے منفی فائدہ اٹھانے تک محدود کردیا ہے۔ تک سب کچھ محدود کر بیٹھے۔ ایسا نہیں کہ اس کے جو ذیلی نتائج مرتب ہورہے تھے، ان کی طرف کبھی کسی نے توجہ نہیں دلائی۔ لیکن ذمہ داران نے ایسی ہر توجہ کو بس اکیڈمک بحث تک محدود رکھا اور ایک آدھ موقع پر حرکت میں آئے بھی تو اشک سوئی سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ اس طرح پورا سیکولر عہد خرابی کی نذر ہوتا چلا گیا۔ اب حالات یہ ہیں کہ نام نہاد سیکولر پارٹیوں نے ایسا چولا بدلا ہے کہ اب وہ سیاسی کم اور دینی رہنما زیادہ نظر آرہے ہیں۔ فطرت کا تقاضہ وہ بھی نہیں تھا جو وہ کل کررہے تھے اور آج بھی وہ اپنے محدود مفادات کیلئے جو کچھ کررہے ہیں وہ فطرت کے ساتھ کھلواڑ اسے علاوہ کچھ نہیں۔

> انسانی نفسیات کو سمجھنے والے اس سے مطلق اتفاق کریں گے کہ سماجی زندگی فطری تقاضوں سے عبارت ہے علم ریاضی سے نہیں۔ مذاہب کا اپنا جو کردار ہے وہ بھی انسانی مزاج ہی متعین کرتا ہے۔ ہمیں مذہب میں پناہ لینے یا اس سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اُس کے تقاضوں سے پیش آنے کے طریقے کو بدلنا اور زمانے کی رفتار سے ہم آہنگ کرنا ہے۔

یہ خرابیاں ایکدم سے پیدا نہیں ہوئیں۔ تقسیم ہند کے بعد کوئی پچیس برسوں تک ہندوستان کی جمہوریت پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بنی رہی۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ راتوں رات بھائی سے ہمسایہ بن جانے والے پاکستان میں جمہوریت کشی کے ذریعہ اقتدار کے پائے مضبوط کیے جارہے تھے۔ وہاں صرف مذہب ہی نہیں مسلک بھی انسانی رشتوں کے آڑے آرہا تھا۔ دوسری طرف ہندوستان بھی دائیں اور بائیں بازوؤں کی سیاست سے پاک نہیں تھا لیکن ان حوالوں سے یہاں آلودگی اتنی نہیں تھی کہ ایک دم سے سانس لینا مشکل ہوجائے۔ شاید یہی وہ سبب تھا جس نے حکمرانوں اور اپوزیشن کا کردار ادا کرنے والوں کو جمہوریت کے استحکام کے تقاضوں کو عملاً پورا کرتے رہنے کے محاذ پر تساہل پسند بنادیا اور سیاسی اور سماجی ذمہ داران مرحلہ وار ووٹوں کی سیاست کرنے، حکومت بنانے اور حکومتیں گرانے

خرابی کے رُخ پر ان تمام سیاسی تبدیلیوں میں اقلیت بالخصوص مسلمانانِ ہند کی سیاسی قیادت کبھی ایسے کسی مسلم رہنما کے ہاتھ میں نہیں تھی جس نے دو قومی نظریے کے یکطرفہ خسارے سے اجتماعی ملّی بہبود کے حق میں کوئی سبق لیا ہو۔ بیشتر اشتہار اور اخبار پسند ملّی رہنما سیکولر پارٹیوں کو ہی بلیک میل کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کی بہبود کا حصہ اپنے کھاتوں تک محدود رکھتے تھے۔ ایک طرف جہاں یہ سلسلہ چل رہا تھا، وہیں تکثیریت پسندی کی آڑ میں سیکولرزم کا دھندہ کرکے پوری قوم کو بے وقوف بنانے کی کانگریسی سیاست کی مخالفت کرنے والے حلقوں میں مرحلہ وار لیکن منظم طور پر دائیں بازو کا دخل بڑھنا شروع ہوگیا تھا۔ 1975 میں ایمرجنسی کے بعد تو کانگریس جیسے اپنے ہی حلقے میں اچھوت بن کر رہ گئی تھی۔ یہی وہ مرحلہ تھا جب کانگریس اور دوسری سیکولر پارٹیوں کی مسلم ووٹ بینک کی سیاست اور باقی ووٹوں کی تقسیم پر سیاسی نظر رکھنے والوں نے سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا اور گزرتے وقت کے ساتھ انہیں مناسب لائحہ عمل تیار کرنے کی تحریک ملتی گئی۔

ملت کی نمائندگی کے نام پر اپنا کاروبار کرنے والوں کو ملک کی اکثریت کی سوچ میں کسی تبدیلی کا جائزہ لینے کی کبھی توفیق ہی نہیں ہوئی۔ بس ایک بے ہنگم کارواں آگے بڑھتا رہا۔ آگے چل کر ملائم سنگھ اور لالو پرساد یادو تک سیکولر ملّی رہنما بن کر اقلیت کے ووٹوں سے اپنے محدود مفادات کی سیاست کی دکانیں دن دوگنی رات چوگنی چمکاتے رہے۔ ان کی صحبت میں کمیونسٹ بھی اندھی کانگریس دشمنی پر اتر آئے تھے۔ دوسری طرف غیر تکثیریت پسند سیاست کرنے والے دائیں بازو کے سیاست داں ملک کی اکثریت کو بجا طور پر یہ تاثر دینے میں مرحلہ وار کامیابی حاصل کرتے رہے کہ اکثریت کے سیکولر ووٹوں کی تقسیم والے اقلیتی ووٹ بینک کی مفاد پرستانہ سیاست ملک کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سیاسی مجبوریوں کے جذباتی استحصال کی نذر کرکے رکھ دے گی۔

یہیں سے اکثریت کا ووٹ بینک تیار کرنے کا کام شروع ہوا جس کا بنیادی مقصد براہ راست اقلیت دشمنی ہرگز نہیں بلکہ اقلیت کے ووٹوں کی اہمیت کو مکمل طور پر ختم کردینا تھا۔ ووٹ بینک کی جس گندی سیاست کی بنیاد کانگریس نے رکھی تھی جوابی ووٹ بینک سے اس کا زور توڑنے کے رُخ پر ابتدائی کامیابی کے لیے جو راہ تیار کی گئی اسے ہندوتو اور سیکولرزم دونوں سے ہم آہنگ رکھا گیا تاکہ کانگریس بیزار لیکن موقع پرست نام نہاد سیکولر جماعتوں کو ساتھ رکھا جاسکے۔

اس اجمالی جائزے کی روشنی میں دیکھا جائے تو سیکولرزم کا دھندہ کرنے اور اقلیت اقلیت کی رٹ لگانے والے جن رہنماؤں نے قومی سیاست کے سیکولر اور جمہوری کردار کو نقصان پہنچایا ہے، وہ آج بھی اقلیتی نوجوانوں کو اپنی محدود سوچ کے حصار سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حکومت میں تکثیریت پسندی پر اکثریت پسندی کو ترجیح دینے والوں کے بعض بیانات سے اُس فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو نقصان پہنچ رہا ہے جو مجموعی قومی ترقی اور معاشرتی استحکام کے لیے ناگزیر ہے، لیکن اس کمی کو دوسرے محاذ پر ضبط کی کمی سے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ تصادم کا کوئی بھی راستہ خواہ وہ ذہنی ہی کیوں نہ ہو عام نوجوانوں کی زندگی برباد کرسکتا ہے۔

وقت کا تقاضہ ہے ہندوستان کی باشعور نئی نسل ملک کی آزادی کی 75 ویں یعنی ڈائمنڈ جوبلی سالگرہ کے موقع پر کسی بھی طرح کے فوری ردعمل سے بچ کر رہے اور سوشل میڈیا پر متصادم حلقوں کے خلاف ایسا کوئی جوابی محاذ نہ کھولا جائے جو جذباتی راحت تو پہنچا دے لیکن اُن مٹھی بھر عناصر کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل جائے جو موجودہ حکومت کے تعلق سے کچھ اس قسم کی سوچ رکھتے ہیں کہ "سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کا ہے کا"۔ اس وقت کوئی بھی نام نہاد سیکولر لیڈر ہندوستانی مسلمانوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونے کی ہمت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اُن کے نزدیک اُن کے ووٹوں کی ضرورت ختم ہوچکی ہے۔ ایسے میں ہندوستانی مسلمانوں کو جو حب الوطنی میں کسی سے کم نہیں، جذبات کی جگہ شعور سے کام لینا ہے۔ ویسے بھی انسانی نفسیات کو سمجھنے والے اس سے مطلق اتفاق کریں گے کہ سماجی زندگی فطری تقاضوں سے عبارت ہے علم ریاضی سے نہیں۔ مذاہب کا اپنا جو کردار ہے وہ بھی انسانی مزاج ہی متعین کرتا ہے۔ ہمیں مذہب میں پناہ لینے یا اس سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اُس کے تقاضوں سے پیش آنے کے طریقے کو بدلنا اور زمانے کی رفتار سے ہم آہنگ کرنا ہے۔

(مضمون نگار یو این آئی اردو کے سابق ادارتی سربراہ ہیں)

salam.asim@yahoo.com

اقوال زرّیں

- دنیا کے ہر میدان میں ہار جیت ہوتی ہے، لیکن اخلاق میں کبھی ہار اور تکبر میں کبھی جیت نہیں ہوتی۔
- ناراضگی گلے شکوے وہاں اچھے لگتے ہیں جہاں اپنائیت ہو، جہاں کسی کو مان رکھنا نہ آتا ہو وہاں خاموشی سے مسکرا دینا ہی اچھا ہے۔
- جب انسان اپنی وقعت کھودے تو اس کے لیے بہترین پناہ خاموشی ہے، وضاحت کبھی سچا ثابت نہیں کرسکتی، ندامت بھی نعم البدل نہیں ہوسکتی، الفاظ کبھی بھی انسان کو اس کا کھویا ہوا مقام واپس نہیں دلا سکتے، ہاں خاموشی مزید تذلیل سے بچالیتی ہے۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA PATNA

ریاستوں کے واجبات

ریاستوں کی مالی رکاوٹوں کو کم کرنے کیلئے مرکز نے ایک ہی بار میں دو ماہ کے ٹیکس واجبات کی ادائیگی کردی ہے۔ دو دنوں قبل بدھ کے روز مرکزی حکومت نے ملک کی 27 ریاستوں کو 1.16 لاکھ کروڑ روپے کی خطیر رقم جاری کی ہے۔ یہ رقم دو مہینہ کی قسط کے مساوی ہے۔ وزارت خزانہ نے یہ رقم جاری کرتے ہوئے باقاعدہ اعلان کیا کہ حکومت ہند کی جانب سے 58,332.86 کروڑ روپے کی معمول کی ماہانہ منتقلی کے مقابلے میں اس بار 1,16,665.75 کروڑ روپے جاری کیے گئے ہیں تاکہ ریاستوں کے ہاتھ مضبوط ہوں اور ان کے ترقیاتی اخراجات میں سرمایہ کی کمی آڑے نہ آئے۔ یہ رقم جاری کرنے سے قبل اور اس کے بعد بھی وزیرخزانہ نرملا سیتارمن نے ٹوئٹ کیا اور اسے مرکزی حکومت کی فیاضی اور دریادلی سے تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ مرکز اس کوشش میں ہے کہ ریاستوں کو سرمایہ کی فراہمی برقرار رکھی جائے اور ترقیاتی شعبہ کے اخراجات میں کوئی پریشانی نہ ہو۔

مرکز کی طرف سے ریاستوں کو دی گئی رقم نہ تو ریاستوں پر کوئی احسان ہے اور نہ یہ آقا کی جانب سے غلاموں پر کی جانے والی کوئی مہربانی ہے۔ یہ رقم ریاستوں کا واجب الادا حق ہے اور اس کی ادائیگی کیلئے مرکز پابند ہے۔ ہندوستان، ریاستوں کا وفاق ہے اور مرکز کی طرح ہی ریاستوں میں بھی عوام کی منتخب حکومت ہی کام کرتی ہے۔ ملک کا پیداواری نظام نہ تو ملک کے رہین منت ہے اور نہ اس پر مرکز کسی بھی طرح سے مکمل قابض ہوسکتا ہے۔ مرکز اور ریاستوں کی مشترکہ کوشش سے پورے ملک کا پیداواری نظام روبہ عمل رہتا ہے۔ لہٰذا یہ فطری امر ہے کہ آمدنی اور محصولات میں بھی اشتراک ہو۔ ملک کے انتظامی ڈھانچہ میں زیادہ تر محصولات مرکز ہی اکٹھا کرتا ہے لہٰذا مخصوص فارمولہ کے مطابق ریاستوں کو ان کا حصہ دینا مرکز کی ذمہ داری ہے۔

محصولات کی بروقت تقسیم اور ایڈجسٹمنٹ آئین کا بنیادی حصہ اور وفاق کی روح ہے۔ آئین کی رو سے ریاستوں کو سرمایہ کی فراہمی یقینی بنانے اور ترقیاتی شعبہ جات میں ہونے والے اخراجات کی ہر کمی دور کرنے کیلئے مرکز پابند ہے۔ لیکن گزشتہ چند برسوں سے یہ دیکھا جارہا ہے کہ اس معاملے میں مرکزی حکومت تساہلی اور بعض اوقات امتیازات سے بھی کام لیتی رہی ہے۔ ریاستی حکومتوں کو مطلوبہ رقم کی فراہمی میں ردوقدح اور تاخیر کا حربہ استعمال کیا جاتا ہے۔ خاص کر ان ریاستوں کے ساتھ جہاں مرکز میں حکمراں سیاسی جماعت کے بجائے کسی دوسری پارٹی کی حکومت ہو۔ حالیہ برسوں میں مغربی بنگال، پنجاب، راجستھان اور اسی طرح کی دوسری ریاستوں کے معاملے میں کئی بار یہ تنازعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ مغربی بنگال کے معاملے میں تو واجب الادا حق کی ادائیگی بھی بوجوہ مہینوں تاخیر کا شکار ہوتی رہی ہے اور مرکز نے کبھی بھی خوش دلی سے یہ فریضہ ادا نہیں کیا ہے۔

2017 میں جی ایس ٹی کا نفاذ شروع ہونے کے بعد ریاستوں کو براہ راست ملنے والے ٹیکسوں کا ایک خطیر حصہ مرکز کی طرف منتقل ہوجانے کی وجہ سے بھی مرکز پر ریاستوں کے واجبات بڑھتے رہے ہیں۔ ٹیکس کی یہ رقم ریاستوں کو بروقت نہ ملنے کی وجہ سے انتظامی امور اور ترقیاتی منصوبے متاثر ہوتے ہیں۔ ریاستوں کے اپنے وسائل کم ہونے کی وجہ سے بھی بار زیادہ ہی بڑھ جاتا ہے۔ مرکز کی جانب سے رقم کی منتقلی میں تاخیر در تاخیر کی وجہ سے ریاستیں مالی مشکلات کا شکار ہوجاتی ہیں اور پھر یہ سیاسی ایشو بن جاتا ہے۔ مرکزی اور ریاستی اجلاس میں بھی اس بارے میں اکثر بحث ومباحثہ ہوتا رہتا ہے، ریاستیں کبھی سکریٹری کی سطح پر تو کبھی کسی اور سطح پر مرکز کے سامنے اپنے مطالبات رکھتی ہیں۔ وزارت خزانہ کے دفتر میں مالی مطالبات کیلئے ریاستوں کے خطوط کا انبار جمع ہوتا رہتا ہے لیکن اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوتی ہے۔ ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ اس معاملے میں وزیراعظم سے مداخلت کا مطالبہ کرتے ہیں، انہیں ریاستوں کے واجبات جلد جاری کرنے کی یاددہانی کراتے ہیں لیکن زیادہ تر معاملات میں مرکز خاموش ہی نظر آتا ہے۔

گزشتہ 7 اگست کو وزیراعظم نریندر مودی کی صدارت میں ہونے والے نیتی آیوگ کی گورننگ کونسل کے اجلاس میں بھی ریاستوں نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا اور جی ایس ٹی معاوضے کی مدت میں توسیع اور ٹیکسوں میں زیادہ حصہ داری کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کے بعد ہی ریاستوں کو دو مہینہ کی رقم جاری کی گئی ہے۔ یہ رقم نہ تو ریاستوں پر کوئی احسان ہے اور نہ ہی اسے فیاضی اور دریادلی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ رقم مہینوں روکی نہیں جاتی خاص کر مغربی بنگال کے معاملے میں بلاوجہ کے امتیاز سے کام نہیں لیا جاتا اور 27000 کروڑ روپے کے واجبات کے مقابلے فقط 8,776.76 کروڑ روپے ہی جاری نہیں کیے جاتے۔ مرکز کو ریاستوں کے ترقیاتی منصوبوں کے بارے میں حقیقی فکر ہے تو اسے ریاستوں کے مکمل واجبات کی بروقت ادائیگی کا انتظام کرنا چاہیے۔

edit2sahara@gmail.com

بہار میں آئی بہار

مکرمی!

بہاری بابو شتروگھن سنہا کے بقول بہار میں ہونے والی نئی سیاسی تبدیلی سے عوام بہت خوش ہیں۔ بہار کی سیاست میں دو نام بڑے اہم ہیں، ایک لالو پرساد یادو اور دوسرے نتیش کمار۔ گزشتہ چند برسوں سے نتیش کمار کی قیادت میں بی جے پی بہار میں مخلوط حکومت چلا رہی تھی۔ ہر تھوڑے دن پر ساس بہو کی طرح یا یوں سمجھیں کہ سوکنوں کی طرح ان کی آپس میں کھٹ پٹ چلتی رہتی تھی پھر ہوا یوں کہ نتیش جی روز کی ناچاقی سے عاجز آگئے، انہوں نے مہاراشٹر کے حالات سے شاید سبق حاصل کرتے ہوئے اپنے حلیف کی بدنیتی اور حریفانہ چال کو سمجھ لیا تھا، آستین میں خنجر کو انہوں نے بھانپ لیا اور اپنے دفاع کیلئے کمر کسنی شروع کردی تھی، چنانچہ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ نتیش کمار نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں، وہ ایک منجھے ہوئے انتہائی تجربہ کار سیاسی کھلاڑی ہیں، ان میں وہ ساری خوبیاں موجود ہیں جو ایک دور اندیش شاطر اور ہنرمند لیڈر میں ہوتی ہیں، ماضی میں انہوں نے بہت گل کھلائے ہیں، انکی مختلف موقعوں پر کی جانے والی خلابازیاں ریکارڈ پر ہیں، لالو جی کی پارٹی راشٹریہ جنتا دل سے بھی اکثر ان کی آنکھ مچولی بلکہ کبڈی چلتی رہتی ہے، یہ دونوں ایکدوسرے کے کبھی رفیق اور کبھی رقیب ہوجاتے ہیں۔ وہ کب کون سا سیاسی پینترا اور چال چلیں گے کچھ کہا نہیں جاسکتا، اس لیے لوگ انہیں "پلٹو رام اور پلٹو چاچا" کے نام سے جاننے لگے ہیں۔ نتیش کمار نے اپنی نئی سیاسی چال میں حلیف بی جے پی کو ایک زبردست جھٹکا دے کر اقتدار کی شراکت داری سے نکال باہر کردیا جس سے بی جے پی کی قیادت پر سکتہ طاری ہوگیا اور حواس باختہ بی جے پی واویلا کرنے لگی۔ ظاہر ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی، سیر کو سوا سیر لگا ہوا ہے، کوئی بھی ناقابل تسخیر نہیں ہوتا، ہر ایک کا وقت ہوتا ہے۔ آپ دوسروں کی پیٹھ میں تو خنجر گھونپتے ہیں اور جب یہی عمل آپ پر آزمایا جاتا ہے تو بلبلا اٹھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ دھوکا ہوا، ہماری پیٹھ میں خنجر گھونپا گیا، مہاراشٹر کی مثال سامنے ہے۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ بہار میں ہونے والی اس نئی تبدیلی سے بی جے پی کی بی ٹیم کو (ڈبل) جھٹکا لگا ہے کیونکہ راشٹریہ جنتا دل کے رہنما تیجسوی یادو کو اقتدار سے روکنے اور بی جے پی کو کامیابی دلانے کیلئے اس نے بہار میں جو سیاسی کھیل کھیلا تھا، بہار اسمبلی کے انتخابات میں جو ناپاک تدبیریں اختیار کرکے خوش تھے کہ ہم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی ہے وہ ساری کی ساری چال الٹ گئی۔ پانچ میں سے چار بھاگ گئے، بی جے پی کو بھی اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑا اور تیجسوی یادو نتیش کمار کے ساتھ دوبارہ برسر اقتدار آگئے۔ نتیش کمار اس بار آٹھویں مرتبہ وزیراعلیٰ کی مسند پر بیٹھے ہیں جو ایک غیر معمولی ریکارڈ ہے۔ نتیش کمار اور لالو پرساد یادو کے نوجوان بیٹے تیجسوی یادو نے بہار سے بی جے پی کا صفایا کرنے کیلئے جو حکمت عملی تیار کرتے ہوئے کانگریس اور دوسری چند پارٹیوں کے ساتھ ایک عظیم سیکولر اتحاد دوبارہ قائم کرلیا گیا ہے، اس کی مختلف گوشوں سے ستائش کی جارہی ہے۔ یہ اتحاد کس قدر مضبوط ہوگا، اس کی مدت کتنی ہوگی، یہ مستقبل کے حالات پر منحصر ہوگا!

زکریا سلطان - ریاض، سعودی عرب

آئینہ

سیاست سے عدالت تک اسی پر بحث ہے جاری
معیشت ریوڑی کلچر میں کب کوئی پنپتی ہے
غریبوں کو ذرا سی کچھ سہولت دی تو ہنگامہ
امیروں کو کروڑوں کی رعایت دیش بھگتی ہے

ضمیر ہاشمی

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آراان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر ضیاء قادری نے ہندوستان میڈیا ونچرس لمیٹڈ پریس، موضع دریاپور، پولیس اسٹیشن شاہ پور، داناپور ضلع پٹنہ میں چھپوا کر اور 4 چھوتھی منزل سہارا انڈیا وہار، بورنگ روڈ۔ پٹنہ سے شائع کیا
For Sahara India Mass Communication Printed & Published by Zia Qadri, Printed at Hindustan Media venturs Ltd Press, Village Darya pur, Shah pur, Danapur, Patna Bihar and Published from 4th Floor, Sahara india Vihar, Boring Road, Patna
Chief Executive Officer & Editor in Chief : Upendra Rai چیف ایگزیکیٹو آفیسر و ایڈیٹر ان چیف: اپیندر رائے
Editor & Group Editor: Abdul Majid Nizami (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: S.M. Irshad Alam (smirshadalam1@gmail.com) *For Editorial/News: rsahara1@gmail.com ■ ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی ■ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: ایس ایم ارشاد عالم
Advertisement (National): ■ 0-9891773434,9899452476,9711050868 Email: adsahara@gmail.com
R.E.6200553375 roznamapatna@gmail.com 9835449463/7367026753: شعبہ اشتہارات 7463861234: سرکولیشن
* اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار R.N.I. No.BIHURD/2006/18599 ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA (PATNA) شمارہ نمبر: 5414 سال: 14
روزنامہ راشٹریہ سہارا
○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں